اَلسَلامُ عَلَیْکُم وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکاتُهُ

محترم مفتی صاحب

سوال ھے کہ ھم نے ڈرای فروٹ کے کاروبار کے لیے ارادہ کیا ھے اب مسلہ یہ ھے کہ ھم پاکستان کے اندر فروٹ خرید کر ایک علاقہ سے دوسرے علاقے کو لیے جاتے ھین اور پاکستان سے باہر (افغانستان) مین ڈرای فروٹ خرید کر پاکستان مین فروخت کرتے ھے تو دونوں طریقوں پر خریدا ھوا مال پر پاکستان مین ٹیکس ھوتا ھے اور ھم اس ٹیکس کی بجاے یا تو رشوت دیتے ھے یا سفارش کرتے ھے یا دور دور راستون پر ٹکس کے بغیر لے جاتے ھے یا ٹیکسی گاڑی مین کلو کے حساب سے لے جاتے جو کہ ٹکس والون کو ڈرایور کہتا ھے کہ یہ کاروباری مال نہین ھے کیا یہ کاروبار ٹیک ھے

دار الافتاء

مستفتی ثناء اللہ عزیز

فون نمبر 03088289656

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم مفتی صاحب

سوال یہ کہ ہم نے ڈرائی فروٹ کے کاروبار کے لیے ارادہ کیا ہے اب مسئلہ یہ ہے کہ ہم پاکستان کے اندر فروٹ خرید کر ایک علاقہ سے دوسرے علاقے لے جاتے ہیں اور پاکستان سے باہر (افغانستان) میں ڈرائی فروٹ خرید کر پاکستان میں فروخت کرتے ہیں تو دونوں طریقوں سے خریدے ہوئے مال پر پاکستان میں ٹیکس ہوتا ہے، اور ہم اس ٹیکس کے بجائے یا تو رشوت دیتے ہیں، یا سفارش کرواتے ہیں، یا دور دراز راستوں پر سے اس کو ٹیکس کے بغیر دیے بغیر لے جاتے ہیں یا ٹیکسی گاڑی میں کلو کے حساب سے لے جاتے ہیں تو ٹیکس والوں کو ڈرائیور کہتا ہے یہ کاروباری مال نہیں ہے کیا یہ کاروبار ٹھیک ہے؟

مستفتی: ثناء اللہ وزیر

فون نمبر: 03088289656

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب باسم ملہم الصواب

اصل جواب سے قبل تمہید کے طور پر سمجھ لیں کہ کسی بھی مملکت اور ریاست کو ملکی انتظامی امور چلانے کے لیے، مستحقین کی امداد، سڑکوں، پلوں اور تعلیمی اداروں کی تعمیر، بڑی نہروں کا انتظام، سرحد کی حفاظت کا انتظام، فوجیوں اور سرکاری ملازمین کو مشاہرہ دینے کے لیے اور دیگر ہمہ جہت جائز اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے، اور ان وسائل کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک عہد اور ان کے بعد کے روشن دور میں بیت المال کا ایک مربوط نظام قائم تھا اور اس میں مختلف قسم کے اموال جمع کیے جاتے تھے، مثلاً:

1۔ "خمسِ غنائم" یعنی جو مال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہو اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بعد باقی پانچواں حصہ۔

2۔ مالِ فیئ یعنی وہ مال جو بغیر کسی مسلح جدوجہد کے حاصل ہو۔

3۔ "خمسِ معادن" یعنی مختلف قسم کی کانوں سے نکلنے والی اشیاء میں سے پانچواں حصہ۔

4۔ "خمسِ رکاز" یعنی جو قدیم خزانہ کسی زمین سے برآمد ہو، اس کا بھی پانچواں حصہ۔

5۔ غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ خراج اور ان کا جزیہ اور ان سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ اموال جو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ مصالحانہ طور پر حاصل ہوں۔

دار الافتاء

6۔ "ضوائع" یعنی لاوارث مال، لاوارث شخص کی میراث وغیرہ۔

لیکن آج کے دور میں جب کہ یہ اسباب ووسائل ناپید ہوگئے ہیں تو ان ضروریات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس کا نظام قائم کیا گیا؛ کیوں کہ اگر حکومت ٹیکس نہ لے تو فلاحی مملکت کا سارا نظام خطرہ میں پڑ جائے گا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ مروجہ ٹیکس کے نظام میں کئی خرابیاں ہیں، سب سے اہم یہ ہے کہ ٹیکس کی شرح بعض مرتبہ نامنصفانہ، بلکہ ظالمانہ ہوتی ہے اور یہ کہ وصولی کے بعد بے جا اسراف اور غیر مصرف میں ٹیکس کو خرچ کیا جاتا ہے، لیکن بہر حال ٹیکس کے بہت سے جائز مصارف بھی ہیں؛ اس لیے امورِ مملکت کو چلانے کی خاطر حکومت کے لیے بقدرِ ضرورت اور رعایا کی حیثیت کو مدِّ نظر رکھ کر ٹیکس لینے کی گنجائش نکلتی ہے۔

اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اگر حکومت کے جائز مصارف دیگر ذرائع آمدنی سے پورے نہیں ہوتے تو چند شرائط کے ساتھ حکومت کو اپنے مصارف پورا کرنے کے لیے ٹیکس لینے کی اجازت ہوگی:

1۔ بقدرِ ضرورت ہی ٹیکس لگایا جائے۔

2۔ لوگوں کے لیے قابلِ برداشت ہو۔

3۔ وصولی کا طریقہ مناسب ہو۔

4۔ ٹیکس کی رقم کو ملک وملت کی واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں پر صرف کیا جائے۔

جس ٹیکس میں مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ نہ کیا جاتا ہو تو حکومت کے لیے ایسا ٹیکس جائز نہیں، اور ایسا ٹیکس لینے والوں کے متعلق احادیث میں وعید آئی ہے

تمہید کے بعد آپ کے سوال جواب یہ ہے کہ اگر حکومت کی طرف سے لگائے جانے والے ٹیکس میں اگر ذکر کردہ شرائط کا لحاظ کیا گیا ہو تو ایسی صورت میں ٹیکس کی ادائیگی شرعا لازم ہے اس سے بچنے کے لیے دور دراز راستے اختیار کرنا، جھوٹ بولنا، رشوت دینا وغیرہ ناجائز ہے البتہ اگر حکومت کی طرف سے لگائے جانے والا ٹیکس منصفانہ نا ہو یعنی ظالمانہ ٹیکس ہو یا ٹیکسوں کی شرح فیصد بہت زیادہ ہو تو حکومت کے لیے شرعا یہ ٹیکس وصول کرنا شرعا جائز نہیں، ایسی صورت میں ظلم سے بچنے کے لیے یا تو حکومت سے بات چیت کر کے کوئی صورت نکال لی جائے جس میں شرعا کوئی قباحت نا ہو اور ٹیکس کا شرح فیصد قابل برداشت حد تک کم ہو جائے ، اور اگر حکومت سے بات چیت کی کوئی صورت ممکن نا ہو تو ایسی صورت میں توریہ کر کے اپنی آمدنی، آصل آمدنی سے کم ظاہر کر کے اسکے مطابق ٹیکس دینے کی گنجائش ہے، تاہم غیر منصفانہ ٹیکس کی صورت میں بالکل ٹیکس نا دینا، یا رشوت دینا، یا صریح جھوٹ بولنا وغیرہ شرعا ناجائز ہے۔

دار الافتاء

كما الفتاوى الهندية (339/5)

رجل قال لآخر كم أكلت من تمري؟ فقال خمسة، وهو قد أكل العشرة لا يكون كاذبا، وكذا لو قال بكم اشتريت هذا الثوب؟ فقال بخمسة، وهو قد اشترى بعشرة لا يكون كاذبا، كذا في الخلاص

وفى صحيح البخارى (85/4)

3118- حدثنا عبد الله بن يزيد حدثنا سعيد بن أبي أيوب قال حدثني أبو الأسود عن ابن أبي عياش واسمه نعمان عن خولة الأنصارية رضي الله عنها قالت سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول إن رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق فلهم النار يوم القيامة

وفى سنن أبي داود (147/2)

2937- حدثنا عبد الله بن محمد النفيلي ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن إسحاق عن يزيد بن أبي حبيب عن عبد الرحمن بن شماسة عن عقبة بن عامر قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال " لا يدخل الجنة صاحب مكس "

وفى شرح النووي على مسلم (31/11)

قال أهل اللغة المماكسة هي المكالمة في النقص من الثمن وأصلها النقص ومنه مكس الظالم وهو ما ينتقصه ويأخذه من أموال الناس

وفى شرح النووي على مسلم (203/11)

أن المكس من أقبح المعاصي والذنوب الموبقات وذلك لكثرة مطالبات الناس له وظلاماتهم عنده وتكرر ذلك منه وانتهاكه للناس وأخذ أموالهم بغير حقها وصرفها في غير وجهها

وفى الدر المختار (441/6)

(وكري نهر) أي حفره (غير مملوك من بيت المال فإن لم يكن ثمة) أي في بيت المال (شيء الناس على كريه إن امتنعوا عنه دفعا للضرر) (وكري) النهر (المملوك على أهله ويجبر من أبى منهم) على ذلك

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ محمد کمال دیروی عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامعہ اشرف المدارس کراچی

1442/04/17ھ

2020/12/03ء

الجواب صحیح
احسان اللہ عفا اللہ عنہ
۱۷/۴/۱۴۴۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد یونس عفی عنہ
۶/۵/۱۴۴۲ھ

دار الافتاء
فتوی نمبر ۸۷/۱۶۷
مورخہ ۶/۵/۱۴۴۲ھ
22.12.2020
جامعہ اشرف المدارس کراچی

مفتی
جامعہ اشرف المدارس کراچی